نبوی دور میں اقتصادی ترقی میں خواتین کا کردار: اسلامی تعلیمات کے نقطہ نظر کا جائزہ

کلثوم پراچہ*

فریدہ یوسف**

Abstract

The society of Prophet Muhammad's (ﷺ) time is regarded as a model society according to religious point of view by Muslims. In this context the question may arise what could be the essence of the role of women in the building of that society and its economic progress, if those women, as a turning point, might have any sense of responsibility; and its finances or they had a shallow place that was neither a role for the ebb and flow of the society, nor responsibility, nor a part in the economic development. To reply these questions, it is necessary that one should analyze the trading capers of women in the era of Apostle of Islam. In this article, we brought to light the role of women in monetary performance in the Holy Prophetic era in fields of business development, marketing, handicraft industry, agriculture and economic professions of medical science and embellishment art. During the era the women performed a radical job in fiscal professions as well as parted the errands of men on equal level.

Keyword: Early Islamic Period, Women's Financial Role, Investment Activities, Economic Professions, Economic Responsibilities.

انسان کا وجود جب سے اس دنیا میں ہوا ہے وہ مشترکہ انحصار کے نظریے کے ساتھ ہی زندہ ہے۔ اس کا قد اخلاقیات اور افہام و تفہیم ایک دوسرے کے بغیر نہیں بڑھ سکتی۔ گود سے لے کر قبر تک وہ ساتھیوں پر مکمل طور پر انحصار کرتا ہے وہ ایک ایسے ماحول میں جنم لیتا ہے جہاں اس کی مکمل دیکھ بھال ہوتی ہے اور اس کا ہر لحاظ سے خیال رکھا جاتا ہے جیسے ہی وہ جوان ہوتا ہے وہ ایک خاندان کا فرد ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرے میں ایک مقام رکھتا ہے ایک پہچان رکھتا ہے۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ و تقابلِ ادیان، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان۔

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

یہی وجہ ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، لباس خوراک اور پناہ حاصل کرنے کے لیے معاشرے پر اعتماد کرتا ہے وہ یکسر ختم ہو جائے گا اگر ان سہولیات سے محروم کر دیا گیا تو، اگر وہ معاشرے سے کٹ جاتا ہے تو اس کی حرکات، خواہشات اور رسوم ورواج کی کوئی اہمیت نہیں ہو گی اس طرح وہ دوسروں پر اثر انداز ہو سکتا ہے اگر وہ بنیادی طور پر تعاون کرنے والا ہو۔ انسان اور معاشرہ ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور ایک دوسرے کے نفع نقصان کو آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔

سوسائٹی افراد کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے جو ایک منظم طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ سانس لے رہا ہے، وہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کس طرح کام کریں اور ان پر جو ذمہ داریاں کس طرح مل بانٹ کر ان کو نبھائیں۔ اسلام ایک طاقتور، دیرپا، اور باہمی تعاون پر مبنی اقدار پر مشتمل معاشرے کا تصور دیتا ہے جس میں مکمل طور پر برابری اور غیر جانب داری کا اصول کار فرما ہے اور معاشرے میں زندگی گزارنے کا ایک تسلیم شدہ طریقہ ہے یہ ایک مکمل نظام زندگی فراہم کرتا ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ اسلام نہ صرف معاشرے کو اہمیت دیتا ہے بلکہ انسان کی انفرادی زندگی کو بھی اہمیت دیتا ہے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اسلام صرف تنقید پسند نہیں کرتا بلکہ اس کے ذریعہ سے انسان کی اصلاح اور فلاح و بہبود مقصد ہے دراصل ایک فرد کی اصلاح پورے معاشرے کو سدھارنا ہے کیونکہ فرد ہی معاشرے کی بنیادی اکائی ہے لہذا اسلام کے نزدیک فرد اور معاشرہ دونوں ہی بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ انسانی معاشرے کی بنیاد دراصل انسان اور اس کے ساتھی (بیوی) کے صحت مندانہ تعلق پر ہے۔ اور اسلام انہیں برابری کی سطح پر سول قانون اور باہمی انحصار کے قانون کے تحت واضح اہمیت دیتا ہے ۔ ہر فرد کو خواہ مرد ہو یا عورت ایک الگ تھلگ مقام دیتا ہے اسلام میں کسی بھی فرد کو (مرد و عورت) غیر فعال اور عبث قرار نہیں دیتا بلکہ ہر ایک کو ایک اہم رکن اور اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار قرار دیتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

مَن عَمِلَ صَالِحاً فَلِنفسِهِ وَمَن اَسَاءَ فَعَلَيها [1]

"جس نے اچھا کام کیا تو وہ اس کے اپنے لیے ہے اور جس نے برا کام کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں واضح فرمان ہے:

[1] حم السجدہ:۴۶

اَنِّی لَا اُضِیعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنکُم مِن ذَکَرٍ اَو اُنثَی بَعضُکُم مِن بَعض [2]

"میں کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم ایک دوسرے میں سے ہو۔"

جب کوئی شخص اپنے کاموں کو دلجمعی اور خواہش کے مطابق سر انجام دے اور ہر لحاظ سے سوسائٹی کا خیال رکھے تبھی وہ ایک پائیدار معاشرے کی تشکیل میں حصہ لے سکتا ہے۔ اسلام سے قبل جو جاہلیت معاشرے میں غالب تھی اسلام نے اسکو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا اور خواتین کو ان کے اصلی اور حقیقی حقوق سے نوازا گیا۔ خواتین کو اپنے ازدواجی معاملات طے کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا تھا کہ وہ اپنی دلی خواہش کے مطابق اپنا ازواجی فیصلہ خود کرے۔ [3] باپ کے مقابلہ میں ماں کا درجہ فائق ہے لہذا اس کو عظمت کا مقام مل گیا۔ [4] بہترین شوہروں کو نصیحت کی گئی کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ نرمی روا رکھیں اور بہترین سلوک کریں۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

اَکمَلُ المُؤمِنِینَ اَحسَنُھُم خُلُقاً، وَخِیَارُکُم خِیَارُکُم لِنِسَائِھِم [5]

"کامل ایمان والے، تم میں سے بہترین اخلاق والے ہیں اور تم میں بہترین وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لیے بہترین ہیں۔"

اسلام نے عورت کو خاص طور پر مراعات سے نوازا ہے۔ اسلام خواتین کے حقوق دبانے کی بجائے ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور ان کو جو جو حقوق عطا کیئے گئے ہیں ان میں تصرف کی حدود میں رہ کر مکمل آزادی دیتا ہے۔ اسی وجہ سے تعلیم کے میدان میں خواتین کی صلاحیتوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اسلام میں ہر مرد اور عورت کے لیے علم حاصل کرنا فرض ہے۔ [6] اس کے علاوہ بھی اسلام میں خواتین کے حصول علم پر کوئی قدغن یا پابندی نہیں لگائی گئی اور نہ ہی اسلام مردوں کے حقوق تک محدود ہے اسی لیے خواتین قرآنی علوم میں بہت ترقی کر گئیں اور اسی طرح احادیث میں بھی بہت نام پیدا کیا ہے ان کی قرآن و حدیث پر مکمل گرفت تھی اسی لیے وہ اپنے مسائل قرآن و احادیث کی روشنی میں خود ہی حل کر لیتی تھیں۔ پس کاروبار اور تعلیم کے فروغ میں خواتین کا ایک بڑا حصہ اور کردار

---

[2] آل عمران: ۱۹۵

[3] احمد بن محمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)، المسند، **مؤسسۃ الرسالۃ**، باب مسند ابی ھریرۃ، ۲۰۰۱ء، ۱۲: ۳۶۷، حدیث: ۷۴۰۴

[4] ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، (م ۲۷۵ھ)، **السنن**، باب فی البر الوالدین، (بیروت: المکتبۃ العصریہ)، ۴: ۳۳۶، حدیث: ۵۱۳۹

[5] الترمذی، محمد بن عیسی، **السنن**، باب ماجاء فی حق المراۃ علی زوجھا، ۳: ۴۵۸، حدیث: ۱۱۶۲

[6] ابن ماجہ، محمد بن یزید (م ۲۷۳ھ)، **السنن**، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، (دار احیاء الکتب العربیہ)، ۱: ۸۱، حدیث: ۲۲۴

ہے۔ اس لیے خواتین کو تمام بڑے کاروبار اور تعلیمی سرگرمیوں میں حصہ ڈالتے رہنا چاہیئے جو انسانی روح کے لیے ایک راہنما اصول ہے چونکہ جسم اور روح ہر عمل میں شانہ بشانہ ہوتے ہیں اس ایک کو دوسرے کے بنا مردہ سمجھنا چاہیئے لہذا ہر انسان معاشرتی اور مالی کاموں کا کاکچھ پابند ہے اور اس پر عمل درآمد کرنا اس کا فرض ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے اسلام کسی بھی جنس کو محدود اور دائرے میں پابند نہیں کرتا، اسلام نامناسب نزاکت اور سہولت کو پسند نہیں کرتا، اسلام خواتین پر بھی زور دیتا ہے کہ وہ اپنا کام خود کریں اور اس بات سے بھی منع نہیں کرتا کہ وہ بیرونی کام سرانجام نہ دے۔

اسلام کے ابتدائی دور کی خواتین:

اسلام کے ابتدائی دور کے مطالعہ سے خواتین کا ایک جاندار اور بھرپور کردار اور رویہ سامنے آتا ہے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی آدمی کے سامنے پہلی وحی کا واقعہ بیان ہی نہیں فرمایا سوائے حضرت خدیجہ کے، آپ نے تمام واقعہ تفصیل کے ساتھ حضرت خدیجہ کے سامنے پیش کر دیا، انہوں نے فوراً ہی آپ ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کر لیا اور نبی اکرم ﷺ کو اپنے رشتہ دار ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو بائیبل کے ماہر تھے سارا واقعہ سن کر ورقہ بن نوفل نے اعتراف کیا کہ محمد ﷺ پر واقعی پیغام الٰہی نازل ہوا ہے اور وہ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ اس سارے واقعہ نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ حضرت خدیجہ معاشرت کو جاننے والی، دور اندیش، اور بہت سوجھ بوجھ رکھنے والی خاتون تھیں۔ انہوں انتہائی جامع اور پر اعتماد انداز سے کہا! اللہ آپ کو کبھی بھی ضائع نہیں کرے گا، آپ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے والے ہیں، غریبوں اور بے سہاروں کی مدد کرنے والے، مہمانوں کی مہمان نوازی کرنے والے اور مصیبت زدوں کی مدد کرنے والے ہیں تو اللہ آپ کو تنہا اور رسوا نہیں کرے گا۔[7] اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس دور میں بھی خواتین بہت سمجھدار اور معاملہ فہم تھیں۔

حضرت اسماءؓ کا واقعہ بھی اس کی ایک کڑی ہے کہ جب ہجرت کے دوران حضور ﷺ غارِ ثور میں موجود تھے۔ اس آزمائشی دور میں ہر مسلمان پر نگاہ رکھے ہوئے تھے ان حالات میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی حضرت اسماءؓ نے اپنی حیرت انگیز انتظامی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اس وقت، انہوں نے اپنے نبی اکرم ﷺ کے

[7] البخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ) **الجامع الصحیح**، باب بداء الوحی، (دار طوق النجاۃ طبعۃ اولی، ۱۴۲۲ھ)، ۱: ۷، حدیث: ۳

ساتھ ساتھ اپنے والد کی بھی دیکھ بھال کرنے کا خطرناک کام کرنے کا ذمہ لیا۔ ہر روز وہ انہیں کھانا مہیا کرتی تھیں اور اسے ایک راز رکھتی تھیں۔

جیسا کہ ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ معاشرے کی فلاح اور اپنی محنت کے ثمرات سے مستفید ہونے کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس میں یہ جذبہ ہونا چاہیئے کہ وہ فلاحی ریاست کے قیام میں اپنا اپنا کردار ادا کریں۔ قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ مِمَّا اكْتَسَبْنَ [8]

"مردوں کو ان کاموں میں حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کا اس میں جو انہوں نے کمایا۔"

اس آیت کے تناظر میں اسلام کے ابتدائی دور میں مالی ترقی میں کے خواتین کے کردار پر تبادلہ خیال کیا جا سکتا ہے ۔ معاشیات کو معاشرے کا ایک لازمی جزو جانا جاتا ہے معاشی خود مختاری کے بغیر معاشرے میں استحکام، سلامتی اور اتفاقِ رائے کا حصول مشکل ہے ۔ یہاں تک کہ معاشی عدم استحکام والی قوم معاشی اور معاشرتی آزادی کو حاصل نہیں کر سکتی، یہاں تک کہ کاروباری اور زرعی پیداوار کی اپنی جگہ اہمیت ہے لیکن اخلاقی کردار کو بھی اسی سے ناپتے ہیں اس لیے اسلام میں اخلاقیات اور مذہب باہم مربوط ہیں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتے ہیں:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ [9]

"پس جب نماز پڑھ لو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔"

"فضل" ایک عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی معاش کے ہیں جو اس آیت میں استعمال ہوئے ہیں کہ نماز مکمل کر لینے کے بعد روزی روٹی کی تلاش میں نکلنے کی اجازت ہے ۔ دراصل مذکورہ آیت میں ایک طرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ اخلاق اور مذہب میں مربوط کرتا ہے اور دوسری طرف انسان کو مختلف طریقوں سے روزی حاصل کرنے کے لیے تگ و

---

[8] النساء: ۳۲

[9] الجمعہ: ۱۰

دو کی دعوت دیتا ہے اس طرح ہر انسان میں یہ جوش و ولولہ پیدا کیا جاتا ہے تا کہ خود مختاری اور خود انحصاری کا جذبہ پروان چڑھتا رہے اگر یہ کہا جائے کہ انسانیت کی خود شناسی کے لیے معاشی خوش حالی بنیادی عنصر ہے جہاں اخلاقی اور روحانی ترقی کی ضرورت ہے وہاں معاشی ترقی بھی بے حد ضروری ہے۔ لوگوں کو مارکیٹ کا بھاؤ تاؤ معلوم نہیں ہے نہ ہی وہ یہ سمجھتا ہے کہ کس طرح چیزوں کا تبادلہ کرنا ہے لیکن دراصل یہ رقم کی ضرورت نے انسان کو مارکیٹ اور کاروبار کی طرف دھکیل دیا ہے وہ اس طرح روپیہ پیسہ کمانے کے لیے مارکیٹ میں آتا ہے اور معاش کی تلاش میں نکلنا اس کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ وہ ایک کامیاب انسان بن جاتا ہے۔

سرمایہ کاری کے شعبہ میں خواتین کا کردار:

نبی پاک ﷺ کے دور میں بھی خواتین کو تجارت اور اس کی جہتوں پر کافی حد تک گرفت تھی جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خواتین تجارت کے معاملات میں دلچسپی رکھتی تھیں اور اور مارکیٹ کی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتی تھیں۔ وہ سرمایہ کاری کرتی تھیں جو بازار اور تجارت کی بنیاد ہے۔

حضرت خدیجہؓ بنت خویلد آپ ﷺ کی پہلی زوجہ محترمہ جنہوں نے عورتوں مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا مکہ مکرمہ کی ایک صاحبِ حیثیت باوقار خاتون تھیں۔ وہ اپنا مال تجارت میں لگاتی تھیں۔ اس طرح کہ کسی بھی ایماندار شخص کو مال تجارت دے کر دوسرے علاقوں میں بھیجتی تھیں اور کاروبار کرتی تھیں۔ سرمایہ آپ کا ہوتا تھا اور نفع میں آپ اور آپ کا شریک مرد برابر کے حصہ دار ہوتے تھے۔ آپ ملک شام میں مال تجارت بھیجا کرتی تھیں۔ قریش کے اونٹوں پر جس قدر مال ہوتا تھا اس قدر ان کے تنہا اونٹوں پر ہوا کرتا تھا۔[10] حضرت محمد ﷺ نے بھی شادی سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تجارت کی تھی آپ ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی تھا آپ ﷺ کی دیانت داری اور اخلاق کی میسرہ نے بہت تعریف کی، حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ سے شادی کا پیغام بھیجا اور آپ نے ان سے شادی کی اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو کاروبار کرنے والی خواتین پر اعتراض نہیں تھا بلکہ آپ ہمیشہ حضرت خدیجہؓ کی تعریف فرماتے تھے۔

---

[10] ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع، (م ۲۳۰ھ)، **الطبقات الکبری**، تحقیق: زیاد محمد منصور، (المدینہ المنورہ: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۸ھ)، ۸: ۳۱

اشیاء کی خرید و فروخت:

اسی طرح خواتین بازار میں چیزیں بیچتی اور خریدتی رہیں اور ان کاموں پر کبھی ممانعت نہیں کی گئی۔ عمرہ بنت تیمخ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنی خادمہ کے ہمراہ بازار سے مچھلی خریدی اور وہ س کو ٹوکری میں ڈال کر لا رہی تھیں مچھلی اتنی بڑی تھی کہ اس سر اور دم ٹوکری سے باہر تھے۔ راستے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے اس کی قیمت پوچھی اور فرمایا یہ بہت عمدہ خریدی ہے کہ اسے پورا کنبہ سیر ہو کر کھا سکتا ہے۔[11] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواتین روزمرہ کی خرید و فروخت کیا کرتی تھیں۔

مارکیٹس کا انتظام و انصرام:

عہد نبوی کی خواتین بازار کے انتظام کے ساتھ ساتھ خرید و فروخت بھی کیا کرتی تھیں۔ مارکیٹ کا انتظام ہمیشہ اس شخص کے حوالے کیا جاتا ہے کہ جو نہ صرف منڈی کے بھاؤ تاؤ میں جانکاری رکھتا ہو بلکہ اس میں انتظامی صلاحیت بھی موجود ہو، حضرت شفاء بنت عبد اللہ ایک عقلمند اور باوقار خاتون تھیں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے بازار کا محتسب حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کو بنایا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ حضرت شفاء کے مشوروں کو خاص طور پر ترجیح دیتے اور خاص توجہ دیتے تھے۔[12] یہ بات قابل غور ہے کہ اس دور میں بھی خواتین مذہبی اور معاشرتی ضابطہ اخلاق میں رہتے ہوئے اپنا اپنا کاروبار چلا رہی تھیں کیونکہ ان کا مقصد دیانت داری سے روزی کمانا تھا۔ مختصر یہ کہ حضرت شفاء محنتی اور پرجوش خاتون تھیں۔

تجارتی سرگرمیاں:

حضرت قیلہ انماریہ اپنا کاروبار چلا رہی تھیں، انہوں نے آپ ﷺ سے چند سوالات کیے جو تجارت کے بارے میں اسلامی اصولوں سے متعلق تھے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ جب حضور ﷺ کوہ مروہ پر آئے، میں لکڑی پر سہارا دے کر آئی اور آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گئی اور میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں خرید و فروخت کرنے والی عورت ہوں کبھی میں ایک چیز خریدنا چاہتی ہوں اور میں اس کی قیمت اپنے ذہن میں مقرر کر لیتی

---

[11] عمری جلال الدین عنصر، **عورت اسلامی معاشرے میں**، (لاہور: اسلامی پبلیکیشنز، ۱۹۸۶ء)، ۱۴۸

[12] ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، شہاب الدین (۸۵۲ھ)، **الاصابہ فی تمیز الصحابہ**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ)، ۸: ۲۰۲

ہوں اس سے کم قیمت دیتی ہوں پھر بڑھاتے بڑھاتے اسے اس قیمت پر لیتی ہوں جو قیمت میں نے اپنے ذہن میں مقرر کی تھی اور اسی طرح کبھی میں ایک چیز بیچنا چاہتی ہوں اور اسے اپنے ذہن میں مقرر کردہ قیمت سے زیادہ بتاتی ہوں پھر گھٹاتے گھٹاتے اس قیمت پر بیچ ڈالتی ہوں جو قیمت میں نے اپنے ذہن میں مقرر کی تھی" آپ ﷺ نے فرمایا: قیلہ! ایسا نہ کیا کرو جب تم کسی چیز کو خریدنا چاہو، تو وہی قیمت دو جس قیمت پر تم اسے خریدنا چاہتی ہو خواہ وہ چیز تمہیں ملے یا نہ ملے اور جب کوئی چیز تم بیچنا چاہو تو جس قیمت پر اسے بیچنا چاہتی ہو، وہی قیمت بتاؤ خواہ وہ قیمت تمہیں ملے یا نہ ملے۔"[13]

نبوت کے زمانہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ عورتوں کی تجارت پر پابندی نہیں تھی اور نہ ہی یہ گھریلو زندگی تک محدود تھیں۔ خواتین سامان کی خرید و فروخت کر سکتی تھیں۔ اخلاقیات کے فروغ کے ساتھ ساتھ مالیاتی شعبہ کی ترقی بھی لازمی جزو ہے ۔گھریلو ذمہ داریوں اور دینی، اخلاقی و روحانی ذمہ داریوں کے ساتھ مارکیٹ کا بھاؤ تاؤ، مارکیٹ کا رجحان، چیزوں کا معیار، زر مبادلہ کی شرح کا جاننا یہ سب کوئی کم اہم بات نہیں ہے کہ پیغمبر اسلام کے دور میں خواتین نے یہ مشکل معاملات سیکھے۔ اسی طرح حضرت اسماء بنت مخربہ کے بیٹے ایاش بن عبداللہ بن ابی ربیع یمن سے خوشبو بھیجا کرتے تھے اور وہ خوشبویات کی تجارت کیا کرتی تھیں۔[14]

صنعتی سرگرمیوں میں عورتوں کا کردار:

ابتدائی دور کی خواتین نہ صرف ان سرگرمیوں تک محدود تھیں بلکہ ان میں کاروباری مہارت بھی تھی اور معاشی ترقی کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ صنعتوں اور دستکاریوں کی تائید اور حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ صارفین کو سامان آسانی سے مہیا ہو سکے یہ کہنا بے جا نہیں ہو گا کہ معاشی ترقی میں دستکاری اور صنعتیں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ کتائی کی صنعت نے ٹیکسٹائل کی صنعت میں نمایاں کردار ادا کیا ہے کیوں کہ حضرت محمد ﷺ کے دور میں ٹیکسٹائل ملز نہیں تھیں۔ اس دور میں کپاس سے دھاگے میں چلنے کے بعد لومز پر کپڑا بنانا اس وقت کی ایک قیمتی صنعت تھی اور خواتین یہ کام سرانجام دیتی تھیں۔ کپڑا بنانے کے لیے سوت کو گھمانا اور بنانا حقیقت میں

---

[13] ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، شہاب الدین (۸۵۲ھ)، **الاصابہ فی تمیز الصحابہ**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ)، ۸: ۲۹

ابن سعد، **طبقات الکبری**، ۸: ۳۶۳

[14] ابن حجر، **الاصابہ فی تمیز الصحابہ**، ۸: ۱۷

صنعتی ترقی کی طرف ایک قدم تھا۔ تاریخ کے اوراق سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی دور کی خواتین نے بھی صنعتی سرگرمیوں میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

اون کی صنعت:

حضرت زید بن اسکان نے حضور ﷺ کی اہلیہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ جب بھی وہ ان کے پاس آتا ہے تو ان کے ہاتھ میں دھاگہ چلانے کا آلہ پایا ہے۔ حضرت ام سلمہ نے جواب دیا" یہ شیطان" کو بھگاتا ہے اور دل کے غیض و غضب کو ختم کرتا ہے۔[15] اس سے مراد یہ ہو گا کہ فراغت میں انسان کے دل میں وسوسے اور شبہات پیدا کرتا ہے دھاگہ مڑنے کے عمل سے انسان مصروف رہتا ہے اور یہ آمدنی کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے اس طرح آپ ﷺ کی ازواج مطہرات بھی ایسے فلاحی کاموں میں مصروف رہتی تھیں۔ نہ صرف عام عورت بلکہ گورنر کی اہلیہ بھی چرخہ چلاتی تھیں۔ گویا دستی کام اس زمانے کی خواتین کے لیے کوئی لازم یا مجبوری نہیں تھا۔ عبد اللہ القریشی ہندہ بنت المطلب کے پاس گئے جو گورنر حجاج بن یوسف کی بیوی اور ان کے سربراہ کی بیٹی تھیں انہوں نے دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے چرخہ چلا رہی تھیں۔ انہوں نے بڑی حیرت سے سوال کیا کہ ایک گورنر کی بیوی ہونے کے بعد، وہ کتائی کے لیے چرخہ چلا رہی ہیں۔ پوچھنے پر معزز خاتون نے بتایا کہ میں نے اپنے والد سے اپنے نانا ابو کے حوالہ سے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا"جو عورت محنت کرتی ہے اسے دوسری عورتوں سے زیادہ اجر ملے گا"[16]

اس موقع پر ہندہ بنت مطلب کی کی اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان جس دنیا میں جسمانی اور ذہنی سرگرمیوں کے ذریعہ اس دنیا میں مدد کرتا ہے وہ محنت کی فہرست میں شامل ہے۔ گویا اس دور کی عورتیں اس زمانے میں صنعتی طریقہ کار میں پوری طرح شامل ہو گئی تھیں۔ وہ خواتین نہ صرف سوت کاتتی تھیں بلکہ کپڑا بھی بنواتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے حضرت محمد ﷺ کے سامنے ہاتھ سے بنی ہوئی چادر پیش کی اور آپ ﷺ نے اسے قبول فرمالیا۔[17]

---

[15] الکتانی، عبد الحی (۱۰۲۹ء)، **الترتیب الاداریہ**، مترجم: ریاض الدین احمد فخری، **دور نبوی کا نظامِ حکومت، عھد نبوی کا اسلامی تمدن**، (کراچی: ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ، ۲۰۰۳ء)، ۲۸۱

[16] عمر تلمسانی، **عمر بن الخطاب**، مترجم: محمد ادریس، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۹۷ء)، ۲۹۸

[17] الکتانی، **الترتیب الاداریہ**، ۲۵۲

جوتے بنانے کی صنعت:

خواتین نہ صرف ٹیکسٹائل کی صنعت میں بلکہ جوتے بنانے کی صنعت میں بھی دلچسپی لیتی تھیں بلکہ جوتے بنانے کی صنعت میں ان کا نمایاں کردار تھا۔ حضرت زینب بنت جحش جو سوئی کا کام کرنے میں ماہر تھیں، نے چمڑے کو رنگ کر جوتے بنائے تھے اور اللہ کے واسطے غریبوں اور مساکین کو یہ جوتے عطیہ کیے تھے۔[18] درج بالا واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خواتین اہم دستکاریوں میں ماہر تھیں اور اسی طرح صنعتی ترقی کے میدان میں بھی ان کا مرکزی کردار تھا۔ مذکورہ بالا حقائق نہ صرف صنعتی کاموں میں ان کی مہارت، بلکہ معاشرے کے لیے ان کی اعلی ذہنیت اور نرم گوشہ کا ایک اہم ثبوت بھی نامزد کرتے ہیں۔ وہ اپنے لیے نہیں بلکہ ضرورت مندوں کے لیے کام کر رہی تھیں، جو مجموعی جی ڈی پی اور معاشرتی ترقی میں ان کی براہ راست اور اہم شراکت کی نشان دہی کرتی ہے۔

زرعی سرگرمیوں میں کردار:

عہد نبوی میں خواتین زراعت کے شعبہ میں بھی حصہ لیتی تھیں۔ ایک طرف وہ گھریلو استعمال کے لیے سبزیاں اگاتی تھیں جبکہ دوسری طرف وہ پھلوں اور باغات کی دیکھ بھال کا کام بھی سرانجام دیتی تھیں جس سے وہ اپنی مالی ضروریات پوری کرتی تھیں۔ جابر بن عبد اللہ نے انکشاف کیاہے کہ میری خالہ کو طلاق ہو گئی تھی۔ وہ عدت کے دن (طلاق یا بیوہ عورت کے لیے دوبارہ شادی سے قبل اسلامی قانون کے ذریعہ تفویض کردہ قانونی آزمائش کی مدت) گزارنے کی پابند تھیں۔ عدت کے باوجود وہ گھر سے باہر آئیں اور کچھ کھجور کے درخت کاٹ ڈالے اور انہیں بیچنے کا ارادہ کیا اس دوران کسی نے انہیں "عدت" کے دوران گھر بیٹھنے اور گھر سے نہ نکلنے کا مشورہ دیا۔ اس پر وہ آپ ﷺ کے پاس گئیں اور اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَخرُجِی فَجُدِی نَخلکِ ،لَعَلکَ اَن تَصَدقِی مِنہُ وَ تَفعَلِی خَیراً [19]

"تم اپنے گھر سے باہر جا کر کھجور کے درخت کاٹ سکتی ہو یا ان کے پھل اتار سکتی ہو، تاکہ تم اس میں سے (اصل یا رقم سے) صدقہ کر سکو یا کوئی اور نیکی کا کام کر سکو۔"

[18] ایضاً، ۲۴۹

[19] ابوداؤد، السنن، فی المبتوتہ، ۲: ۲۸۹، حدیث: ۲۲۹۷

ان الفاظ کے ذریعہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت جابر کی خالہ کی توجہ انسانیت کے نیک کاموں اور فلاح و بہبود کی طرف کی۔ اس کا مطلب یہ کہ "شریعت" (ایک الٰہی قانون) عورتوں کو زیادہ سے زیادہ رقم کمانے کے قابل بناتا ہے جتنا وہ اپنی ذاتی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہی نہیں بلکہ انسانیت کی خدمت کے لیے بھی خرچ کر سکتی ہیں اور معاشرتی بہبود کے لیے کام کر سکتی ہیں۔

اس حدیث میں واضح کیا گیا ہے کہ ایک عورت عدت میں بھی اپنی مالی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ فلاح و بہبود کے لیے بھی کھیتوں بازاروں میں جا کر کام کر سکتی ہے۔ اگر اس میں کوئی ممانعت یا کوئی شریعت کے متصادم پہلو ہوتا تو رسول اللہ ﷺ عدت کے دنوں میں نکلنے سے صاف منع فرما دیتے۔ اس حدیث سے مذید یہ بات بھی سامنے آجاتی ہے اور کوئی مبہم نکتہ باقی نہیں رہتا کہ عورت گھر سے باہر جا سکتی ہے اور یہ کہ عدت کے دنوں میں میں بھی وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے گھر میں محصور رہنے کی بجائے گھر سے باہر نکل کر اپنی اور معاشرے کی خوش حالی اور فلاح کے کاموں میں حصہ لے سکتی ہے اور اپنی ضروریات کو احسن طریقے سے پورا کر سکتی ہے۔

اقتصادی ذمہ داریوں میں خواتین کا کردار:

خواتین ہمیشہ سے ہی آبادی کا ایک بنیادی حصہ رہی ہیں۔ آپ ﷺ کے زمانے میں خواتین بھی اپنے فرائض کی انجام دہی کے سلسلہ میں مردوں کے ساتھ شریک ہوتی تھیں ان امور کے علاوہ وہ اپنے بچوں، شوہروں اور گھروں کو بھی مکمل وقت دیتی تھیں۔ وہ گھریلو اور بیرونی کاموں میں مثالی توازن قائم رکھے ہوئے تھیں۔ اسی مناسبت سے ایک واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود جو ایک فقیہ صحابی تھے اور لوگوں کو دین کی تعلیم کے لیے وقف کیے ہوئے تھے۔ ان کی اہلیہ جو گھر میں ہی صنعت و تجارت کرتی تھیں۔ اس کے ذریعہ وہ اپنے شوہر اور بچوں کی ضروریات کو پورا کرتی تھیں۔ ایک دن وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا میں ایک ماہر عورت ہوں میں چیزیں بناتی ہوں اور انہیں بیچتی ہوں اس طرح میں اپنی روزی کما لیتی ہوں لیکن میرے شوہر اور بچوں کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے انہوں نے سوال کیا کہ کیا وہ اپنی کمائی اپنے شوہر اور بچوں پر خرچ کر سکتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "جو بھی ایسا کرتا ہے اس کے لیے بدلہ ہوتا ہے۔"[20]

---

[20] ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ۸ : ۲۱۲

مذکورہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خواتین اپنی کمائی سے نہ صرف اپنی ضروریات ہوری کرتی تھیں بلکہ خاندان کی کفالت میں بھی حصہ لیتی تھیں۔ اگرچہ یہ ان کا مذہبی فریضہ نہیں تھا لیکن پھر بھی وہ اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داری نبھاتی تھیں۔

یہ حقیقت ہے کہ روزی کی تلاش اور حصول مردوں کی ہی ذمہ داری ہے لیکن کچھ مخصوص حالات میں، عورت معاشی خوش حالی کے لیے تگ ودو کر سکتی ہے۔ اور اپنی کمائی سے خاندان کی کفالت کا فریضہ سرانجام دے سکتی ہے۔ ایسا کرنا گویا اس پر دوہری ذمہ داری ہے کیونکہ وہ اپنے فرائض سے زیادہ کام کرتی ہے اس لیے اس کو اس کا انعام (بدلہ) بھی ملنا چاہیئے دوسروں کے فرائض بانٹنا ایک قابل تعریف کوشش ہے لہذا وہ اس کے بدلے میں عزت کا مطالبہ کرتی ہے۔

حضرت خولہ بنت ثعلبہ کے شوہر نے انہیں غیر ارادی طور پر کہا کہ "آج سے، آپ کی حیثیت میرے لیے میری ماں کی طرح ہے" اس طرح کے الفاظ اسلامی فقہ کے حوالہ سے "ظہار" کہلاتے ہیں۔ بعد میں وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور اس مسئلہ کے بارے میں پوچھا چونکہ اس تناظر میں ابھی تک کسی قسم کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا لہذا آپ نے حضرت خولہ بنت ثعلبہ کے شوہر سے فرمایا سے فرمایا کہ اپنی بیوی سے اب دور رہو گے۔ یہ سن کر حضرت خولہ بنت ثعلبہ بول اٹھیں اے اللہ کے رسول ﷺ بچوں کی روزی روٹی کا کوئی ذریعہ معاش نہیں میں ہی ان کا خرچ برداشت کرتی ہوں میرے بغیر یہ سب کیسے زندگی گزار سکتے ہیں [21] بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تصفیہ کی صورت نکال دی اور ازدواجی زندگی کی بحالی کے لیے "کفارہ" (تاوان) ادا کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اس واقعہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانے میں خواتین کی معاشی سرگرمیوں اور ذمہ داریوں کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

طب کے شعبہ میں خواتین کا کردار:

میڈیکل سائنسز کا پیشہ ایک اعلیٰ ذہنی صلاحیت، جرآت اور فرض شناسی ہے۔ حضرت عائشہؓ کے بھانجے حضرت عروہ نے اس سے کہا" میں آپ کو علم وشاعری پر گرفت سے حیران نہیں ہوں کیونکہ آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی ہیں، لیکن میں آپ کی مہارت اور ادویات اور طبی علاج کے بارے میں جانکاری پر حیرت زدہ ہوں۔

[21] ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ۲۷٦

عروہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے، اس نے بتایا کہ جب حضرت محمد ﷺ شدید بیمار تھے۔ عرب کے مختلف حصوں سے آپ ﷺ کے علاج کے لیے رقم مختص کی گئی تھی۔ کئی افراد آتے رہے اور آپ کے علاج کے لیے تجاویز دی گئیں۔ ان تجاویز پر عمل کرکے میں آپ کا علاج کرتی تھی۔ اس طرح میں مریضوں کا علاج سیکھ لیا۔[22]

ملکی حالات اگر پرامن ہوں تو مریضوں کا علاج آسان ہے لیکن اگر جنگی حالات میں یہ کام مشکل اور اہم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس شعبہ میں دلچسپی کی کمی نہیں رہی آپ ﷺ کے زمانہ میں طبی علاج اور نسخہ جات یا طبی مشورے دینے میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا اور انہوں نے اپنی ذمہ داریوں سے ذرا برابر بھی غفلت نہیں برتی۔ طب کے میدان میں ان کی اعلیٰ مہارت کا ثبوت ہے جبکہ دوسری طرف، یہ پیشہ ان کے لیے بڑے جذبے اور اور بہادری کا نشان ہے۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ جنگ کے دنوں میں لیڈی ڈاکٹروں نے ضرورت کے وقت مردوں کا علاج کیا۔ حضرت رُفَیدَہ کا خیمہ مسجد نبوی میں لگوادیا گیا تھا۔ جہاں پر انہوں نے اللہ کے فضل وکرم سے زخمیوں کا علاج کیا تھا۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ جب غزوہ خندق میں بری طرح زخمی ہو گئے تھے تو اسی خیمہ میں آپ کا علاج کیا گیا تھا۔[23]

اسی طرح حضرت رقیہ، حضرت ام اطاع، حضرت اسلمیہ، حضرت بنت جحش، حضرت معاذ لیلی، حضرت امیمہ، حضرت ام زیادت ربیع، حضرت ام عطیہ، حضرت ام سُلَیم رضی اللہ عنہن کو زیادہ مہارت تھی یہ جنگ وامن میں مریضوں کا علاج اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ آپ ﷺ کے دور میں جب جنہوں نے غلامی کی بنا پر گھریلو کام سرانجام دیئے تھے وہ اس کے ساتھ ساتھ دایہ کا کام بھی بخوبی سرانجام دیتی تھیں۔ اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ زچگی کے دوران خاتون کی صحت کے ساتھ ساتھ اس کے پردے اور پرائیویسی کا بھی خیال رکھنا ہوتا ہے۔ اس لیے خواتین کو خاص اس پیشہ میں مہارت حاصل کرنے کی طرف رغبت دلانی چاہیئے تاکہ وہ خواتین کی اس مشکل وقت میں مدد کر سکیں اس طرح وہ ماؤں اور نوزائیدہ بچوں کی جانیں بچا سکیں گی۔ آپ ﷺ کے دور میں اگرچہ خواتین باقاعدہ تربیت یافتہ نہیں تھیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے مشکل وقت میں انہوں نے اپنے فرائض بخوبی سرانجام دیئے۔ حضرت ابو رافع کی بیوی حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا جن کو آپ ﷺ نے آزاد کرایا تھا، وہ دایہ کی خدمات سر

---

[22] ایضاً، ۲۱۷

[23] ابن ہشام، عبدالملک، **السیرۃ النبویہ**، (مصر: المکتبۃ التجاریہ الکبری)، ۳: ۸۵۰

انجام دیتی تھیں۔[24] نوزائیدہ بچوں اور ان کی ماؤں کی دیکھ بھال کرنا، عورت کا کام ہے۔اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آپ ﷺ کے دور میں بھی خواتین طب میں دلچسپی کے علاوہ طب میں واقفیت بھی تھیں۔

ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف اپنی گھریلو اور معاشرتی ذمہ داریں نبھارہی تھں بلکہ ان میں تخلیقی صلاحیتیں بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔

نقش و نگار کا شعبہ:

اسلام کے ابتدائی دور میں خواتین زینت سازی میں کوئی خاص سرگرم نہیں تھیں۔اسلام نہ صرف عورتوں کو بننے سنورنے کی اجازت دیتا ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ یہ نصیحت بھی کرتا ہے کہ وہ "پردہ" کا اہتمام رکھیں (اجنبیوں کے سامنے جسم کو ڈھانپنا کے لیے چادر یا نقاب پہننا) تا کہ ان کی خوبصورتی کی وجہ سے کوئی فتنہ نہ پیدا ہو جائے۔چونکہ ہر عورت اپنے آپ کو سجانے سنوارنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔لہذا کچھ خواتین باقاعدہ تربیت حاصل کر کے اس فن میں دیگر خواتین سے آگے نکل جاتی ہیں۔اس پیشہ کو اختیار کرنے والی خواتین کو "مشہشہ" کہا جاتا ہے۔(بیوٹیشن، ایک تربیت یافتہ خاتون جس کا کام یہ ہے کہ وہ کریم کے استعمال سے چہرے، جسم اور بالوں کی ظاہری شکل کو بہتر بنائے)۔

آپ ﷺ کے دور میں متعدد خواتین بیوٹیشن یا دلہن کا بناؤ سنگھار کرنے کی حیثیت سے کام کرتی تھیں۔ آپ ﷺ نے شادی سے پہلے حضرت صفیہ کو حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا تھا۔اسی طرح آمنہ بنت عفان، حضرت عثمان کی بہن اس طرح کے مواقع کے لیے دلہن کا بناؤ سنگھار کرتی تھیں۔[25] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پیشہ بھی ناپسندیدہ نہیں تھا کیونکہ آپ ﷺ نے اس پیشے کی اجازت دی تھی۔اس طرح ایک خاتون ام رعات القشیریہ، جو ایک متاثر کن سپیکر تھیں اور ایک خاص انداز بیاں رکھتی تھیں آپ ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور کہا السلام وعلیکم! اب میں دادی بن چکی ہوں میں دلہنوں کو ان کے شوہروں کے لیے خوبصورت بناتی ہوں اس لیے مجھے فوج میں شامل ہونے کا موقع نہیں مل سکا۔چاہے میں گناہگار ہوں آپ ﷺ سے درخواست ہے کہ مجھے کچھ

---

[24] الکتانی، **الترتیب الاداریہ**، ۲۸۵

[25] الکتانی، **الترتیب الاداریہ**، ۲۸۲

سکھایا پڑھایا جائے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرسکوں۔ آپ ﷺ ان کی باتیں سن کر مسکرائے اور ارشاد فرمایا کہ آپ دلہنیں بنائیں اور ان کے شوہروں کے لیے خوبصورت بنائیں۔[26]

عصر حاضر میں خواتین:

بدقسمتی سے اس سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں بھی خواتین کی صحیح اور معقول حیثیت طے کرنا اب بھی ایک سلگتا ہوا مسئلہ ہے مزید یہ کہ انتہائی تشویشناک امر ہے کہ پوری دنیا معاشرے میں عورت کے قابل احترام کردار کے لیے جامع اور صحیح پیرامیٹرز کو تیار نہیں کر سکی ہے۔

اگرچہ حالیہ دنوں میں خواتین کی بین الاقوامی حیثیت، ان کے کام کرنے کی صلاحیتیں اور ان کا ادراک کرتے ہوئے یو این او کے سابق سیکرٹری جنرل، مسٹر بانکی مون نے کہا ہے کہ:

ہمارے درمیان قومی حکومتوں، دیگر تنظیموں یہاں تک کہ کاروباری گروپوں، سیاسی جماعتوں اور ثقافتی زندگی میں ہر پہلو سے بہت ساری مشہور اور نامور خواتین رہنما موجود ہیں لیکن اقوام متحدہ میں نہیں ہیں اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔[27] اور ان کے مطابق سوسائٹی عورت کو ختم کرنے کے لیے پرعزم ہے لیکن وہ زیادہ طاقتور عورت کی شکل میں خود کو پیش کر رہی ہیں لہذا یو این او کے 70 سال بعد بھی وہ وقت نہیں آیا کہ دنیا کسی خاتون کو سیکرٹری جنرل کے عہدے پر دیکھیں۔[28]

یہاں تک کہ ڈاکٹر ایم لکشمی نرسیہ لکھتے ہیں: عورتوں پر مردوں کی مکینیکل حاکیت انہیں معاشرے کی تمام ترترقیوں میں متحرک کردار ادا کرنے سے روک نہیں سکی، خاص طور پر معاشی سرگرمیوں میں ان کی فعال شمالیت ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں عام ہو گئی ہے۔[29] وہ مزید لکھتے ہیں: خواتین اب بھی اکثر ایسی ملازمتوں میں بھی تنہا کام کر رہی ہیں جہاں بہت کم تنخواہ دی جاتی ہے اور ایسا مرد ہی کر رہے ہیں۔ وہ اکثر مردوں کے مقابلہ میں زیادہ قابل اور محنی ہوتی ہیں اور ان کی ملازمت بھی محفوظ نہیں ہوتی۔[30]

---

[26] ایضاً،

[27] www.the guardian.com/2016/Aug./16

[28] www.frcuce24.com/en/20160320

[29] Lakshmi,M.Narshiah,Dr.sulthanaS.A.Hussina,Women Development Programmes, (New Delhi: Discovery publishing House, 2007), 1-2.

[30] ایضاً، ۹

لکشمی نرسیاہ نے عورت اور مرد کی زندگی میں فرق کا اندازہ لگایا ہے اور عورتوں اور مردوں کے درمیان فرق کی نشاندہی کی ہے کہ زندگی کے ہر پہلو میں خواتین اور مردوں کے لیے مواقع غیر مساویانہ ہیں ملازمت میں، تنخواہوں میں، معاشرتی ذرائع میں، صحت اور خوراک میں، تعلیم وتربیت میں بھی مساوات نہیں ہے۔ روایتی ثقافت بھی خواتین کی موجودہ صورتِ حال کی ذمہ دار ہے۔[31]

انیس احمد کا کہنا ہے کہ رویتی ثقافت کے نام پر خواتین کے ساتھ ہونے والی قانونی، معاشی اور معاشرتی ناانصافی سے متعلقہ گروہوں کو آگاہ کرنا چاہیئے۔ اسلامی اجتہاد کو بھی استعمال میں لانا چاہیئے تاکہ لوگوں کو مسائل سے آگاہ کیا جاسکے اور ایک کار آمد کردار ادا کرنے کی کوششیں بھی کرنی چاہئیں۔[32] ایسے حالات میں یہ بھی بہت ضروری ہے کہ خواتین کو بھی ان کی اپنی اصل حیثیت کو پہچاننا چاہیئے اس کے علاوہ انہیں جنونیت اور ہنگامہ آرائی سے بھی بچنا چاہیئے اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے زمانے کی بہترین اور مثالی شخصیات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان کو اپنے معاشرتی طرز عمل کو فروغ دینا چاہیئے تاکہ ان شخصیات جیسا مقام ومرتبہ حاصل کرسکیں۔

نتیجہ تحقیق:

اسلام عورت کی بقاء اور جدوجہد کو علم اور اخلاقی میدان تک محدود نہیں کرتا بلکہ ایک وسیع ماحول فراہم کرتا ہے کہ وہ علم، ادب، زراعت، تجارت، اور صنعت کے میدان میں ہمہ قسم کے کام اور ترقی کرسکتی ہے لہٰذا، اسے مختلف پیشوں جیسے تعلیمی، صنعتی اور دیگر قومی خدمات میں شامل ہونے کی ترغیب دی جاتی ہے، تاکہ وہ علم اور عملی مہارت حاصل کرنے کے قابل ہوسکے۔

اسلام کا مقصد خواتین کو اجتماعی سرگرمیوں سے الگ کرنا نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کامیاب معاشرتی سرگرمیاں ایسی خصوصیات کو تقویت دیتی ہیں جو ایک کامیاب انسان کے لیے ضروری ہیں، مثال کے طور پر سخت محنت، سادگی اور عزم صمیم وغیرہ۔ جب کوئی عورت جدوجہد اور معاشرتی سرگرمیوں سے کٹ جاتی ہے الگ ہوجاتی ہے۔ وہ تکبر، عیش وعشرت، کمزوریوں اور انحراف کا شکار ہوجاتی ہے۔ اسلام ان برائیوں کی مذمت کرتا ہے اور ہر ایک کو ہر قسم کے ماحول میں ڈھلنے کے لیے تیار کرتا ہے تاکہ معاشرہ اس قسم کی نقصان دہ برائیوں اور مسائل سے

---

[31] ایضاً، ۱۷

[32] Ahmad Anis, Women and Social Justice and Islamic Paradigm, (Institute of Policy Studies and Islamic Foundation, 2nd ed.1996), 120.

نجات پا سکے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہر فرد خواہ وہ مرد ہو یا عرت قومی تعمیراتی کاموں میں حصہ لینا چاہیئے تا کہ ایک ٹھوس اور مہذب معاشرہ وجود میں آ سکے۔ اس قسم کے صالح اور مضبوط معاشرت کے لیے اسلام مرد اور عورت ہر دو کو اجتماعی سرگرمیوں میں حصہ لینے اور شریک ہونے پر زور دیتا ہے۔

تجاویز:

وقت کا تقاضا ہے کہ مرد اور عورت کے مابین مساوات کے تصور کو منظم کریں۔ خواتین کی نوکریوں کی فہرست میں اضافی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالنا صرف اور صرف مردانہ سوچ اور رویہ ہے۔ صحیح اور متوازن راستہ یہ ہے کہ ہر دو کو اس کی فطری تخلیق اور ساخت کے مطابق کام تفویض کرنا چاہیئے اور اس کے کام کے مطابق معاوضہ دینا چاہیئے معاوضہ میں ناانصافی کرنا یا اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ ڈال دینا کسی بھی صالح اور صحت مند معاشرے کے لیے مناسب نہیں ہے۔

۱۔ عورت کو کام کرنے کے لیے محفوظ مقام فراہم کرنا چاہیئے اور اسے دفاعی تربیت بھی دینی چاہیئے۔

۲۔ خواتین کو بھی اپنے دائرہ کار اور اپنی حدود سے آگاہ ہونا چاہیئے جو حدود اسلام نے اس کے لیے قائم کی ہیں۔ عورت کے کاموں کو مستحسن جاننا اوراس کے احترام سے متعلق اسلامی رہنما اصول و احکام، نصاب کا حصہ ہونے چاہیئں جو سکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں پڑھایا جائے۔

۳۔ مردوں کی طرح خواتین کو بھی مناسب پیشوں میں جو ان کی ساخت کے مطابق ہوں، تربیت دینی چاہیئے تا کہ وہ بہتر انداز سے کام سرانجام دے سکیں۔

۴۔ وراثت میں ان کو حصہ ملنا چاہیئے اس کے لیے کوئی کارآمد قانون بنانے چاہیئں جو عمل درآمد بھی کروا سکیں اور خواتین کی اپنے حصہ تک رسائی ممکن ہو۔

۵۔ معاشرے کو اس سطحی سوچ سے پاک کرنا چاہیئے کہ بیٹا افضل ہے بیٹی سے اور بیٹی تابع ہے بیٹے کے لہٰذا عورت کو بھی بہترین غذا اور بہترین تعلیم سے آراستہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس قسم کی سوچ عورت کی پوری زندگی کو متاثر کرتی ہے۔

۶۔ گھر کے تمام افراد کو خواتین کی گھریلو ذمہ داریوں میں ہاتھ بٹانا چاہیئے کیونکہ خواتین کو دفتر کے ساتھ ساتھ اپنے گھر میں بھی سخت محنت کرنی پڑتی ہے یہ ان کے ساتھ ناانصافی ہے۔

۷۔ تعلیم یافتہ خواتین جن کو معاشی بحران کا سامنا ہے انہیں الاؤنسز (وظائف) دیئے جائیں اور انہیں پیشہ وارانہ تربیت بھی فراہم کی جائے تا کہ وہ اس صورت حال سے نمٹ سکیں۔

۸۔ جو خواتین کام، کر رہی ہیں انہیں سستی اور آسان ٹرانسپورٹ بھی مہیا کی جانی چاہیئے۔

۹۔ اس تناظر میں اخلاقی تربیت بھی بہت اہمیت رکھتی ہے ہمیں ایک طرف دو بنیادوں پر کام کرنا ہو گا ہمیں اپنی بیٹیوں کو یہ تعلیم و تربیت دینی چاہیئے کہ وہ طنز اور مظاہرہ کرنے کی بجائے پورا لباس پہنیں اور خود کو ڈھانپ کر رکھیں اور دوسری طرف مرد حضرات جو انہیں مختلف انداز سے ستاتے ہیں ان کے ساتھ سختی سے نمٹنا چاہیئے اور یہ قانونی طور پر ایسا ہونا چاہیئے۔

۱۰۔ حاملہ خواتین ،نوزائیدہ بچوں کی مائیں اور بچوں کی دیکھ بھال کرنے والی ماؤں کو ذہنی سکون فراہم کرنا چاہیئے تا کہ وہ خواتین ان حساس ادوار میں مناسب ماحول، خوراک اور صحت کی دیکھ بھال کا مکمل دھیان رکھ سکیں کیونکہ ان ادوار میں بہت سی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔

۱۱۔ معذور خواتین کے لیے مناسب پالیسی ہونی چاہیئے تا کہ وہ زندگی کی دوڑ میں حصہ لینے کے قابل ہو سکیں تا کہ ان کی پوشیدہ صلاحیتوں سے بھر پور فائدہ حاصل کیا جا سکے اس طرح کے اقدام سے معاشرے پر بھی مثبت اثرات پڑیں گے۔

۱۲۔ خواتین کی ترقی کو ضرور جاری رکھنا چاہیئے اور ان کے اور معاشرے کے درمیان جو خلیج ہے اس کے لیے پل فراہم کرنا چاہیئے تا کہ اس فاصلہ کو کم یا ختم کیا جا سکے تا کہ اس پیچیدہ صورت حال سے باہر نکل سکیں۔